

اُردو ناول اور تاریخی صداقتیں

Urdu Novel and Historical Authenticities

طابعہ سہیل

لیکچرر، شعبہ اردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور

ڈاکٹر محمد امجد عابد

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور

Abstract:

A novel may be termed as fictitious narrative of the untrue, made-up events but the extent of reality in it makes it closer to the basic life. Inclusion of the real-life events in novel not only makes it easier to relate with but also it comprises of the historical events in between the lines. Novels allow us to visit the distant happenings in past and relive the experiences of people going through it. This approach makes every Novel a piece of history. Thus history and historical narratives are a crucial piece of every novel written ever. Novel is the closest genre of literature that brings out similarities of the human society. Every passing day in a society is actually a day that may later be termed as "history" so the novel is comprehended and embraced as the wide vista of history. This following article implies the importance of history in this loveable classification on literature. This article finds the relation between fictitious novel and history and explores the possibilities of representation of significant past events in Novel.

Key words: Novel, History, Fiction, History of Literature, Historical Novel, Research, Society, Historical Authenticities, Adab Braye Adab, Historian

کلیدی الفاظ: ناول، تاریخ ادب، تاریخی ناول، تحقیق، معاشرہ، تاریخی صداقتیں، ادب برائے ادب، مورخ

زمین کے رازوں کی جہاں بہت سی جہتیں ہیں وہی ایک جہت انسانی تہذیب اور اس کے قلم کی بھی ہے۔ قلم کی تہذیب اور تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنا پتھر کے زمانے کا آدمی جس نے پتھر پر آڑی ترچھی لکیروں کے ذریعے ابلاغ و تفہیم اور تحفیظ جیسے کام لیے۔ پتھر کے زمانے کا آدمی زمانے کی کئی سیڑھیاں پھلانگتا آج دھرتی کے سنگھاس پر اپنے پورے شرف کے ساتھ متمکن دکھائی دیتا ہے۔ اس وقت کرہ ارض پر تقریباً ساڑھے سات ارب کے قریب حیوانی ناطق موجود ہیں جن کے گرد ہوں کی اپنی علیحدہ علیحدہ زبانیں ہیں۔ یہ تمام زبانیں اپنے مقام اور وقعت و بے وقتی سے قطع نظر اپنے بولنے والوں میں زندہ ہیں اور مسلسل پھیل رہی ہیں۔ زندہ معاشروں کی زبانیں ہونے کے سبب ان معاشروں میں رائج زبانیں بھی لامحالہ زندہ ہیں اور ان میں ادب کے شعبے کا ہونا گزیر سی بات ہے۔ جہاں ادب ہو گا وہاں مختلف اصناف ادب کا موجود ہونا ظاہری سامر ہے۔ ہر زبان اپنے اندر ایسے ادبی فن پارے سموئے ہوئے ہے جو ارتقا کی کروٹوں سے دامن بچاتے ہوئے ابدیت کے مصالحوں میں لپٹ کر قرطاس کے سینے پر حنوط ہو جاتے ہیں۔ بولنے کی زبان کے ساتھ ساتھ لکھنے کی زبان میں بڑا حصہ 'ادب' کا ہے جو زبان کی ترویج کا باعث بھی ہے۔ یہ ادب پارے شگفتگی، سنجیدگی، مزاح، تاریخ سمیت ہر آہنگ سے معمور ہیں۔ کئی ایک فن پارے تو ایسے ہیں جو قرطاس کی حدود پھلانگ کر ناصر ف ادب بلکہ معاشرے میں تبدیلی کا موجب بھی ثابت ہوئے۔ ان تخلیقات نے ہر طرح کا ذہن رکھنے والے قاری کو متاثر کیا۔ اس ضمن میں یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ بھلے ہی ان اصناف کا طرز جو بھی رہا ہوں تاہم کہیں نہ کہیں بلا واسطہ یا بلا واسطہ تاریخ کے گوشوں کی جھلک ہر فن پارے میں دکھائی دے گی۔ چونکہ ادیب معاشرے کا حصہ ہوتا ہے لہذا لامحالہ طور پر زمانے کے وہ حالات جو اس وقت بیت رہے ہوں اس کی متخیلہ تحریر کا حصہ ضرور بنیں گے جو آنے والے وقت کی تاریخ (مسخ یا غیر مسخ شدہ کی بحث سے قطع نظر) کہلانے میں حق بجانب ہوں گے۔ ایک ادیب کے قلم کا حق بھی تب ہی کما حقہ ادا ہو پائے گا جب وہ تاریخی شعور کا استعمال کر کے قارئین کو منہدم ہوئی داستانوں کا احوال کہانی کی صورت میں پیش کر کے ایک مجموعی سماجی شعور پر اثر انداز ہو سکے۔ بطور ادیب یہ اس کا اولین فرض ہے کہ وہ ماضی کے تجربات کی

روشنی میں اپنے متخیلہ کی قوت کے بل پر قاری کو مستقبل کا بیانیہ فراہم کر دے۔ ادیب کے اس وصف کو حسن طاہر نے ایسے بیان کیا ہے:

"مختلف افراد مختلف تجربوں کو مختلف زاویہ نگاہ سے دیکھ سکتے ہیں مگر ادیب کو ان میں قدر ہائے مشترک تلاش کرنا ہوں گی... ایسے موضوع ہوں گے جو زیادہ سے زیادہ پڑھنے والوں کے ذاتی تجربے میں آتے ہوں، جس حد تک وہ اس کوشش میں کامیاب ہو گا اتنا ہی اس کی تخلیق زیادہ مفید ہوگی" (۱)

یہ تجربات بھلے ہی براہ راست تاریخی نہ ہوں تاہم سماجی تاریخ سے ان کا کہیں نہ کہیں ناٹھ ضرور ہو گا اور ایک ادیب انہیں سماجی اور تاریخی تجربات سے اپنا شعور اخذ کرتا ہے جو آنے والے زمانوں کی تاریخ بن جاتے ہیں۔

آخر تاریخ کیا ہے؟ دنیا کی کسی بھی زبان کا ادب ہوں اس میں تاریخ کا عنصر تلاش کرنے سے پہلے یہ طے کرنا اہم ہے کہ آخر تاریخ بذات خود ہے کیا شے۔ زمانی حالات کی ترتیب وار روداد یا گزرتے وقت کی پرچھائی یا اس کے زیر اثر پروان چڑھنے والے آج کا پس منظر جاننے کی کوشش۔ وقت کے جوہر کا کرشمہ یا محض مرتبہ واقعات۔ تاریخی ادب کا آنے والے وقت کی تاریخ مرتب کرنے میں کتنا اہم حصہ ہو گا۔ اس ادب کے مندرجات کتنی قدامت کے حامل ہوں تو تاریخ کے زمرے میں آئیں گے۔ الغرض یہ کہ تاریخ کی ماہیت کیا ہے؟

تاریخ انگریزی لفظ Historty کا ترجمہ ہے 'History' کا مادہ یونانی لفظ 'Historia' ہے جس کے معنی پڑھنا یاد ہرانا لیے جاتے ہیں اصطلاح میں اس سے مراد عہدِ گزشتہ و گم گشتہ سے عبارت علم ہے لفظی طور پر مختلف لغات اور دائرہ ہائے معارف میں اس سے مراد زمانوں کی روداد یا کسی واقعے کا تعین کرنا لیا گیا ہے۔ جس کی تفصیل حواشی میں درج کر دی گئی ہے۔

تاریخ کے شعبے میں انسان کی دلچسپی روزِ اول ہی سے رہی ہے۔ یہ ایک ایسا اسرار ہے جو انسانوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے پرانے وقتوں کے قصے کہانیوں میں انہیں بے حد دلچسپی محسوس ہوتی ہے۔ اصطلاح میں تاریخ سے مراد ایسا علم ہے جو گم گشتہ تہذیبوں کے احوال پر مبنی ہونے کے ساتھ ساتھ گزری ہوئی دنیا کی ماہیت ہمارے سامنے عیاں کرتا ہے۔ ڈاکٹر صادق نقوی اپنی کتاب "تاریخ اور ادب کا باہمی ربط" میں تاریخ کی ایک مفصل تعریف یوں کرتے ہیں :

"تاریخ کیا ہے" بظاہر بڑا آسان سوال محسوس ہوتا ہے لیکن حقیقت میں بڑا مشکل سوال ہے۔ آپ کو یقین نہ آئے تو دو چار حضرات سے پوچھ لیجیے... تاریخ کسی کے لئے ماضی کی بے معنی کہانی، سلطنتوں کے عروج و

زوال کے قصے، جنگ و جدال کے افسانے درباروں کے جاہ و حشم کی کہانی، اقتدار کی کشمکش اور ظلم کے خلاف جدوجہد کی تفصیل ہے... تاریخ دراصل ایک یونانی لفظ ہے جس کے معنی ہی تحقیق تلاش اور تجسس کے ہیں۔ یونان کے سب سے قدیم مورخ فلسفی Dionysius نے تاریخ کو ایک ایسا فلسفہ قرار دیا ہے جو قانون کے ذریعے وضع کیا جاتا ہے لیکن اسطو کا خیال اس سے کچھ مختلف ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ تاریخ مسلسل تحقیق کے ذریعے ماضی کے حقائق کی تصحیح سے عبارت ہے Fransis Bacon... نے اسے واضح الفاظ میں یوں لکھا ہے کہ تاریخ وہ مضمون ہے جو قاری کے ذہن کو روشنی بھی دیتا ہے اور اسے فکر کی گہرائی بھی عطا کرتا ہے Seloy۔ نے تاریخ کو ماضی کی سیاست اور مستقبل کی تاریخ قرار دیا ہے۔" (۲)

ڈاکٹر مبارک علی "تاریخ اور تحقیق" میں لکھتے ہیں:

"تاریخ نہ صرف ہمیں ماضی کے بارے میں معلومات فراہم کرتی ہے، اور ان اہم تاریخی کرداروں کی صلاحیتوں کے بارے میں بھی آگاہ کرتی ہے جنہوں نے اپنے زمانے اور عہد میں تاریخ کی تشکیل کی۔ حالات کے رخ کو موڑا اور جلد و ساکت معاشرے کو متحرک کیا۔ لیکن اگر تاریخ صرف ماضی کے اسی دائرے میں رہتی تو شاید وہ اس قدر موثر نہیں ہوتی جیسے کہ اب ہے۔" (۳)

ڈاکٹر سلیم اختر کے نزدیک:

"تاریخ کیا ہے؟"

ماہ و سال کی ایام شماری؟ حوادث کی ریاضی؟ یا ان کے علاوہ بھی اور کچھ؟... (یہ لفظ سماجی ضرورت تھا) اس لیے اس نے ایک دن ایجاد ہونا ہی تھا جس دن لفظ کی صورت میں انسان کو اسم اعظم مل گیا اسی دن سے تہذیب و تمدن کو محفوظ کرنے کے عمل کا آغاز بھی ہو گیا اور یوں تاریخ عالم وجود میں آگئی۔" (۴)

درج بالا تمام تعریفات کے مطالعے کے بعد ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تاریخ علم کا وہ شعبہ ہے جو انسان اور زمین کے ماضی پر پڑے دبیز پردے کھول کر موجودہ دور پر عیاں کرتا ہے سوال یہ ہے کہ اس تاریخ کا ادب میں کیا مقام ہے؟

تاریخ اور ادب کا تعلق ہزاروں سال پرانا ہے بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ ادب نے اپنے آغاز ہی میں تاریخ سے رشتہ استوار کر لیا تھا تو غلط نہ ہوگا۔ ادب کے آغاز ہی میں تاریخ کو ادب کی مختلف اصناف کا حصہ بنا لیا گیا۔ ادب سے قطع نظر تاریخ اور قرطاس کے ساتھ کی تاریخ

ہزاروں برس پر محیط ہے۔ پتھر کے زمانے کا انسان اپنے حالات و سرگزشت غاروں کی دیواروں پر نقش کر ہمارے لیے رکھ گیا۔ تحریر کے باقاعدہ آغاز کے بعد قصے کہانیوں کے ذریعے پرانے وقتوں کے احوال محفوظ کرنے کا عمل شروع ہوا۔ الہامی کتابوں کے نزول سے ان قصوں کو مذہبی عقیدت کا لبادہ اوڑھا کر ابدیت میں حنوط کیا گیا المختصر یہ کہ تاریخ ایک کھوج ہے اپنے آپ کو اور اپنے اسلاف کو جاننے کی مساعی جس کی کرید انسان کو روز اول سے ہے اور وہ اس کھوج کے نتائج کو محفوظ بھی کرتا رہا ہے۔ یہ تاریخ قدیم یونانی دور میں زبانی قصے کہانیوں اور ناولوں کا حصہ بنی اور پھر دھیرے دھیرے کہانیوں کی صورت میں محفوظ کر لی گئی۔ اسی سے تاریخ نگاری کا باقاعدہ شعبہ قائم ہوا بعد ازاں شعبہ ادب کی باقاعدہ تنظیم بندی ہوئی انھیں ادبی سرمایہ قرار دے دیا گیا یوں تاریخی ادب پس Historical fiction کا آغاز ہوا۔ تخیل اور تاریخ کے ملاپ سے تخلیق ہونے والا ادب اس شعبے کے تحت پر رکھا جانے لگا اور تاریخ ادب کا باقاعدہ حصہ بننے لگی۔

تاریخ کا ادب میں کیا مقام ہے اس بات کا تعین کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ یہ طے کر لیا جائے کہ کتنی قدامت کے حامل واقعات تاریخ قرار دے کر ادب میں شامل کیے جاسکتے ہیں تاریخ دراصل ماضی کی کہانیاں مساعد و نامساعد قصے اور واقعات ہی نہیں بلکہ یہ ایک ایسی سرگزشت ہے جس کے ڈانڈوں پر آنے والے دور کا سنگھاسن کھڑا ہوتا ہے لہذا راقم الحروف کی رائے میں تاریخ کے زیادہ سے زیادہ یا کم از کم کتنی قدامت کے حامل ہونے کا تعین کرنا یعنی بحث ہے۔ کہانی کی ضرورت اور دائرہ کار کو مد نظر رکھتے ہوئے دس بیس ہزار سال پرانا واقعہ بھی ادب کا حصہ بنایا جاسکتا ہے اور ماضی قریب کا کوئی واقعہ بھی۔ کم سے کم یا زیادہ سے زیادہ قدامت کے ضمن میں یہ بات اہم ہے کہ جو واقعہ مذکور کرنا مقصود ہے اس کی تاریخی حیثیت کیا رہی ہے۔ یہ بھی عین ممکن ہے کہ ایک روز پہلے ہی ہوا واقعہ ایسا گزرا ہو جس نے معاشرے کا ظاہری و باطنی نقشہ تبدیل کر دیا ہو مثال کے طور پر گیارہ ستمبر کے واقعے کے حوالے سے اس واقعے کے ایک ماہ کے اندر لکھے جانے والے ادب کو محض اس لئے رد نہیں کیا جاسکتا کہ اس وقت تک وہ واقعہ ماضی بعید کا حصہ نہ بنا تھا۔ لہذا ایسے واقعات کی فن پارے میں شمولیت پر اعتراض نہ کرنا چاہیے۔ واقعات کے علاوہ اس تخلیق کو بھی تاریخی ادب کے زمرے میں شامل کیا جاتا ہے جو اپنے عہد کی آئینہ دار ہو۔

ادب بنیادی طور پر حظ و سرور اٹھانے اور تلخی دوراں کو بصورت فن پارہ پیش کرنے کا عمل ہے جس میں حقائق کو تخیل سے ملا کر قارئین کے سامنے رکھنے کی ایسی سعی کی جاتی ہے جو پڑھنے والے کے لئے حقیقت کشا بھی ہو اور فنی و فکری محاسن سے آراستہ بھی ہو۔ ادب چونکہ زندہ معاشروں سے کشید کیا جاتا ہے لہذا اس کا عصری حوالوں سے مزین ہونا ناگزیر سی بات ہے۔ اصناف ادب میں زندگی

سے سب سے قریب صنف ناول کی ہے۔ حقیقت سے قریب ترین اس صنف کے فن کا بنیادی تقاضا ہی اس کا زندگی کا عکاس ہونا ہے۔ بقول ڈاکٹر محمد احسن فاروقی:

"ناول میں قصے کی بنیاد انسانی زندگی پر ہوتی ہے اس میں روزمرہ کی زندگی کے واقعات بیان ہوتے ہیں... اصل پوچھیے تو ناول کا نام ناول (ایک نئی چیز) اس لئے پڑا کہ اس میں پرانے افسانوں کے برخلاف انسانی زندگی کا قصہ ہوتا ہے۔" (۵)

"ناول کی تنقیدی تاریخ" میں ناول کی تعریف کچھ اس طرح آئی ہے:

"ناول میں سب سے زیادہ اہم چیز زندگی کی تخلیق ہوتی ہے زندگی ہر صنف ادب کے لیے ضروری ہے مگر جتنی مکمل طور پر اور جتنی قریب آکر زندگی ناول تخلیق کرتی ہے اتنی کوئی اور صنف ادب نہیں کرتی اس لیے ناول سے دلچسپی زندگی سے دلچسپی ہے۔" (۶)

تاریخ چونکہ زندگی ہی سے وجود پاتی ہے لہذا یہ کہا جائے کہ قدامت یا جدت سے قطع نظر تاریخی لوازمات ناول کا لازمی حصہ ہوتے ہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ لازمی حصہ ہونے کے ساتھ ساتھ ان واقعات کو قدامتی اعتبار سے بھی لچک حاصل ہوتی ہے۔ ناول کے تاریخی واقعات کی کم از کم قدامت کے متعلق خالد اشرف لکھتے ہیں:

"تاریخی ناول نگاری سے متعلق اکثر یہ بحث اٹھائی جاتی رہی ہے کہ تاریخی ناول کے لیے واقعات کا کتنا قدیم ہونا ضروری ہے۔ ویسے تو ہر گزارا ہوا لمحہ تاریخ بن جاتا ہے لیکن کیا گزرے واقعات کا احاطہ کرنے پر ہر ناول تاریخی کہلا سکے گا؟ یہ سوال نزاعی ہے۔ کچھ مصنفین کا خیال ہے کہ تاریخی ناول کو کم از کم پچاس یا سو سال پرانے واقعات کا احاطہ کرنا چاہیے۔" (۷)

خالد اشرف کے خیال میں قدامت کو معیادمان کر ناول کی تاریخی حیثیت کا تعین ہونا ہی نہیں چاہیے۔ یہ بات کسی کو درست معلوم ہوتی ہے کیونکہ پچاس برس والا کلیہ اس ضمن میں تھوڑا پیچیدہ ہے۔ اس سلسلے میں تقسیم ہند کا واقعہ بطور مثال پیش کیا جاسکتا ہے تقسیم کا واقعہ اتنا بڑا اور تاریخی حیثیت کا حامل تھا کہ اس کے فوراً بعد ہی ادبانے اسے اپنی تخلیقات کا حصہ بنالیا۔ اس ادب کی تاریخی حیثیت کو یہ کہہ کر رد کر دینا کہ یہ اس واقعے کے رونما ہونے کے چہاں یا ایک دو سال بعد لکھا گیا پچاس کے بعد نہیں بچکانہ سی بات معلوم ہوتی ہے۔

لہذا تاریخی مشمولات کی قدامت کے حوالے سے اٹھائے گئے سوال کا تشفی آمیز جواب یہی ہو سکتا ہے کہ وہ واقعہ جو تاریخ کے دھارے میں بڑی تبدیلی کا سبب بن جائے وہ اپنی قدامت سے قطع نظر کسی بھی دور میں ادب کا حصہ بنایا جاسکتا ہے۔ واحد چیز جو ضمن میں قابل غور ہوگی وہ قدامت نہیں بلکہ فن پارے میں شامل واقعے کی تاریخی حیثیت ہوگی یا اس فن پارے کا مجموعی عصری شعور۔

تاریخ کا ادب میں کیا مقام ہے؟ دراصل ایسا بنیادی سوال ہے جس نے تاریخی ادب کے ناقدین کو الجھن میں ڈال کر گروہوں میں بانٹ رکھا ہے۔ یہ تاریخ ادب پر کیا اثرات مرتب کرتی ہے اور قاری اس سے فیض یاب ہوتا ہے؟ اگر ہاں تو کس حد تک نہیں تو کیوں نہیں؟ جیسے ذیلی سوالات بھی اس سلسلے میں بے حد اہم ہیں۔ آنے والے وقت یا موجودہ وقت کی تاریخ مرتب کرنے میں اس تاریخ اور ادب اور ان کے گٹھ جوڑ کی کیا حیثیت ہوگی کا سوال بھی خاصا اہم ہے۔ یہ بات درست ہے کہ ادب اور تاریخ دو علیحدہ اور مکمل شعبے ہیں لیکن علم ایک ایسا سمندر ہے جس میں شعبے قطروں کی مانند ہیں جو اکٹھا رہنے پر ایک لازوال طاقت بن جاتے ہیں اور منوں وزنی بوجھ کو بھی اپنی لہروں میں حقیر محسوس کرانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ان شعبہ جات کے خصائص تہہ آب سیپیوں کی مانند ہیں جنہیں اکیلا اکیلا کر دینے سے ان کی وقعت کم ہو جاتی ہے اور مجتمع صورت میں یہ ایک خزانے کی سی صورت اختیار کر لیتے ہیں لہذا ادب اور تاریخ کو بھی یکسر جدا کر کے دیکھنے سے دونوں ہی علوم ادھورے محسوس ہوتے ہیں۔ کیا ادبی نگارشات کے لیے تاریخ کا عنصر لازم ہے؟ جدید ادب میں اب جب کہ رومانوی طرزِ تحریر متروک ہو رہا ہے یہ سوال نہایت اہم ہے۔ ادب کی تمام ذیلی اصناف میں شاعری کو حقیقت کی سب سے کم پروردہ مانا جاتا تھا تاہم اب تخیل کی پرداخت اور میراث ہونے کے بجائے وہ بھی نت نئے ہتی اور موضوعاتی تجربات سے آشنا ہونے کے بعد جدید ہو چکی ہے۔ آج کا جدید شاعر سماجی نا انصافیوں، ہر تالوں، بھوک اور ٹیکس کی بات کرتا ہے پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ناول جو زندگی کے عین قریب ہوتا ہے اس میں حقیقی واقعات کی جڑت کے بغیر کہانی تخلیق کر لی جائے۔ ڈاکٹر خاور نوازش کا یہ اقتباس دیکھیے:

"ہر عہد کے ادب میں روح عصر کی ترجمانی ہوتی ہے۔ روح عصر عصری زندگی کے بطن سے ہی جنم لیتی ہے اور عصری زندگی سے سیاست کا پہلو منہا کر دینا گویا روح عصر کی پہچان سے آنکھیں بند کر لینا ہے۔" (۸)

واضح رہے یہاں سیاست سے مراد وہ حالات ہیں جو قوموں کی سماجی تاریخ پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اب اختصاری طور پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ناول کے لیے تاریخی واقعات ناگزیر ہیں اگر ہاں تو اس میں متخیلہ کا دائرہ کار کس حد تک ہوگا۔ اس بحث سے قبل یہ طے کر لینا

یقیناً سود مند ثابت ہوگا کہ تاریخی واقعات کا مذکور لا محالہ ہوتا ہے یا مصنف انھیں خود زبردستی ذاتی دلچسپی کی بنا پر تحریر میں جگہ دیتا ہے۔ اردو ادب میں تاریخی ناول نگاری کا رجحان قدیم روایت کا حامل ہے لیکن ابھی تک اس کی فنی حدود بندی نہیں کی جاسکی لکھنے والے اپنی ذہنی اچھ کے تحت لکھتے ہیں اور منتخب اور حقیقت میں حد فاصل برقرار نہیں رکھ پاتے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر خالد اشرف کچھ یوں رقم طراز ہیں:

"مغرب سے مشرق تک آج سبھی ناقدین اس امر پر متفق نظر آتے ہیں کہ تاریخی ناول لکھتے وقت مصنف کا یہ فرض ہے کہ وہ تاریخی حقائق کے frame work میں رہ کر ہی اپنی تخلیقی صلاحیتوں کے جوہر دکھائے لیکن تاریخ کے حقائق کو نبھانا اور اس کے پہلو بہ پہلو فکشن کے اصولوں کو بھی مد نظر رکھنا آسان نہیں اس لئے کچھ نقادوں کا خیال ہے کہ مصنف اچھی تاریخ لکھ سکتا ہے یا ایک اچھا ناول لکھ سکتا ہے لیکن ایک ایسا تاریخی ناول لکھنا جو تاریخ کے واقعات اور فکشن کے اصولوں دونوں سے کما حقہ انصاف کر سکے ناممکن ہی ہے۔" (۹)

تاہم اس رائے میں جزوی ترمیم کی جانی چاہیے کیونکہ ایسے کئی ناول بھی اردو ناولوں کا حصہ ہیں جو اس ناممکن کو ممکن بناتے دکھائی دیتے ہیں۔ تاریخی ناول کے فن کی بات کی جائے تو لکھنے والوں کے سامنے مغربی ناول ہی سب سے بڑی مثالیں ہیں یاد رہے تاریخی ناول لکھنے کا رجحان شرراگریزی ہی کے توسط سے اردو میں لائے لہذا لا محالہ طور پر مغربی ناول ہی کے بنیادی خطوط پر تاریخی ناول کے فنی اصول استوار کیے جائیں گے۔ یورپین ادب میں تاریخی ادب یا Historical fiction کو خاصی اہمیت حاصل ہے۔ لیونالستانی کے ترجمہ شدہ War and Peace کی مقبولیت سے اس امر کا اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں۔ لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ تاریخی ادب میں سب سے اہم صنف ناول کی ہے۔ ناول کے فن میں بنیادی چیز اس کا زندگی سے قرب ہے جو اس کو تاریخی ادب کے لیے سازگار بناتا ہے۔

حقیقت کا نقیب ہونے کے سبب یہ امر مسلمہ ہے کہ ناول کے قصے کے تانے بانے کسی حقیقی واقعے کے گرد یا اس سے متاثر ہو کر ہی بنے جائیں گے تو تاریخ لا محالہ ناول کا حصہ ضرور ہوگی۔ اس ضمن میں پہلے ناول کے ان مشمولات کا جائزہ لینا ضروری ہے جو مختلف ناقدین کی رائے میں ناگزیر ہیں۔ ان میں تاریخ کو بنیادی جز کی حیثیت حاصل ہے۔ یہ تنقید نگار ناول کا بنیادی فرضہ اپنے عمرانی اور عصری حالات اور مسائل کی پیش کش ہی کو قرار دیتے ہیں۔ ڈاکٹر خاور نوازش "پاکستانی اردو ناول میں عصری تاریخ" میں ناول اور تاریخ کے ساتھ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ناول اور تاریخ کا تعلق بہت گہرا ہے۔ ناول تاریخ کو جزوی طور پر اپنے اندر سمیٹ کر تاریخ کو کہانی کی شکل عطا کرتا ہے تو یہی تاریخ ناول کو بنیادی مواد اور ماحذ بھی فراہم کرتی ہے... تاریخ ادب میں عصری تاریخ کے محفوظ ہونے میں بنیادی فرق جزئیات اور کل کا ہے۔ تاریخ ہمیشہ کسی بھی عہد، علاقے اور تہذیب کے اہم واقعات، شخصیات اور دیگر امور کو زیر بحث لاتی ہے جب کہ ادب خاص کے ساتھ عمومی زندگی کی جزئیات کو کل کی شکل دیتا ہے۔" (۱۰)

اردو ناول میں تاریخ نگاری کے رجحان کے ضمن میں ڈاکٹر شیبہ عالم کا اقتباس دیکھیے:

"مرزاہادی رسواہوں یا عزیز احمد یا شوکت صدیقی سب کہ ہاں ہمیں تاریخ بولتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ یہ تو محض چند حوالے ہیں۔ حقیقت میں ناول نگاری کی پوری تاریخ ہمیں زندگی اور زمانے کا موزیک دکھائی دیتی ہے اس حوالے سے ناول نگار کا اپنی تاریخ سے جو سروکار ہے اس کو سمجھنا ضروری ہے اس حوالے سے بے حد طاقتور نظریہ ہے کہ ناول نگار ہی تاریخ لکھتا ہے اور اس کی لکھی ہوئی کتھا ہی تاریخ ہوتی ہے اور سب سے معتبر تاریخ اگر دیکھنی ہو تو اس زمانے کے ناولوں کو پڑھو۔ ہندوستان کی سماجی، سیاسی، ثقافتی، اقتصادی، نفسیاتی، روحانی تاریخ کو اگر ایک جگہ دیکھنا ہو تو یہ صرف ناول ہی کا کرشمہ ہو گا اس طرح ناول نگار ایک معلم بھی ہے مورخ بھی ہے" (۱۱)

ناول چونکہ زندگی سے قریب ہوتا ہے لہذا اپنے زمانوی حالات کے زیر بار اس کی کہانی نمونپاتی ہے۔ بالخصوص اردو ناول کی ڈیڑھ سو سالہ زندگی میں برصغیر کی پوری تاریخ دیکھی جاسکتی ہے۔ ان ناولوں کے کرداروں کے عصری شعور کو اگر یکجا کر دیا جائے تو یہ یقیناً برصغیر ہی کا عصری جائزہ کہلایا جائے گا۔

"ناول کی اپنی دنیا اور گھمبیرتا ہے ناول اپنے اندر صدیوں کی تنہائی بھی جذب کر سکتا ہے صدیوں کی تاریخ کو بھی سمیٹ سکتا ہے اور سر دیوں کی گونج کو بھی اپنا حصہ بنا سکتا ہے اس لیے یوں ہم کسی بھی نوبل کو عالمی صورت حال اور برصغیر کے معاشرے پر اس کی تبدیلیوں کے اثرات کے حوالے سے الگ کر کے نہیں دیکھ سکتے ناول کی تہہ در تہہ پرتوں میں یہ اثرات کرداروں مسلم اور حالات و واقعات کے ذریعے سے خود بخود منکشف ہو جاتے ہیں۔" (۱۲)

موجودہ ادب محض ادب برائے ادب کے نظریے کا قائل نہیں بلکہ یہ ادب کو زندگی کے لیے مفید بنانے پر زور دیتا ہے۔ زندگی کی آئینہ داری کے سبب اس میں حقیقت کی شمولیت ناگزیر ہے تاریخ کا حصہ بننے والے واقعات ناول کا بھی حصہ بنیں گے اور براہ راست یا بلا واسطہ ناول پر تاریخ کے اہم نقوش ضرور مرتسم ہوں گے۔ یہ نقوش ماضی بعید یا قریب اہم یا غیر اہم کسی بھی واقعے کے ہو سکتے ہیں یہ واقعات کہانی کے پس منظر میں بھی آگے بڑھ سکتے ہیں اور کہانی کا مرکزی دھارا بھی ہو سکتے ہیں۔ یہ رقم کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ حقیقت کو کس طرح متخیلہ میں ضم کرتا ہے۔ اسے main stream رکھتا ہے یا محض پس منظر کے طور پر برتا ہے۔ یہاں تخیل کو حقیقت کے بالمقابل جھوٹ قرار نہیں دیا جاسکتا چونکہ تخیل خیالات کی رو ہے اسی لئے اسے جھوٹ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے نہ ہی مصنف کو کاذب قرار دیا جاسکتا ہے۔

اس تخیل کو تاریخ کا فسخ قرار دینا بھی درست نہیں ہوگا کیونکہ مصنف کہانی کا رہے وہ مورخ ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا اگر وہ یہ دعویٰ ہی نہ کرے کہ وہ تاریخ لکھ رہا ہے تو اس پر گرفت کرنا ایک غیر معقول اور غیر منطقی عمل ہوگا۔ ادیب گرد و پیش سے متاثر ہو کر کہانی تخلیق کرنے والا ایک فرد ہے۔

"ادیب جب اپنے عصر کے واقعات سے متاثر ہوتا ہے تو اس کے اندر تخلیقی مشین متحرک ہو کر اسے روح عصر سے ہم رشتہ کر دیتی ہے۔ پھر جب وہ ادب تخلیق کرتا ہے تو اس میں محض ان دونوں کا امتزاج نہیں ہوتا بلکہ تخلیق کار کی اپنی ذہانت کی آمیزش سے ایک ایسی شے خلق ہو جاتی ہے جو بے مثال بھی ہوتی ہے اور لازوال بھی۔" (۱۳)

گویا ادیب حقیقی واقعات کو تراشتا ہے اور ان کی خام صورت سے کہانی کا چہرہ ابھارتا ہے۔ ایسے میں اس کے پیش نظر تاریخ کے اوراق سے پردہ اٹھانا ہر گز نہیں ہوتا بلکہ وہ تاریخ کو محض contributing factor کے طور پر برتا ہے contributing. لیکن essential factor حقیقت اور تخیل کی اسی مدغمی سے وہ کہانی کا فریم ترتیب دیتا ہے۔ ڈاکٹر طاہرہ سرور اس ضمن میں رقمطراز ہیں:

"ایک تاریخ نگار تاریخ دان لکھتا ہے اور اسی کے متوازی ایک تاریخ ادب بھی اپنے اندر سموئے ہوئے ہوتا ہے۔ کوئی معاشرہ کیا اخلاقی اقدار رکھتا تھا لوگوں کے کردار کیسے تھے، دلچسپیاں کیا تھیں یہ سب کچھ ادیب اپنی تحریروں میں محفوظ کرتے چلے جاتے ہیں۔" (۱۴)

تاریخی فکشن کی اہمیت اس لیے بھی دوچند ہو جاتی ہے کہ ناول نگار کی چونکہ ان واقعات سے دلچسپی صرف کہانی کے دائرے تک کی ہوتی ہے اس لیے وہ غیر جانبدار رہ کر محض کہانی بڑھانے پر غور کرتا ہے اس کی کہانی بڑھانے کی یہی لاشعوری کوشش اسے مورخ سے جداگانہ رخ عطا کرتی ہے اور اس کے ہاں ہم اپنے عہد کی معاشرتی سیاسی اور ثقافتی عکاسی زیادہ مناسب طور سے دیکھنے کو مل جاتی ہے۔ جبکہ مورخ کے ہاں یہ ایچ عتقا ہوتی ہے۔ ڈاکٹر صادت سعید اس ضمن میں اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

"مورخ جسے اپنے غیر جانبدار اور غیر متعصب ہونے پر کامل فخر ہوتا ہے اور وہ مہیا شدہ یا تحقیق یافتہ مواد کو ایک مبصر کی صورت قارئین کے سامنے لانے کو اپنی دیانت داری سے تعبیر کرتا ہے... اس کی سائیکس مخصوص حوالوں کے اٹاٹے ہوتی ہے... (مصنف) اپنی سائیکس کے افسوں زدہ برج میں مقید اپنے منتخب کردہ زمانے، ماحول، انسان، واقعات اور گزرے مسائل و معاملات کو اپنے تعبیراتی سانچوں میں منتقل کرنے کا اعلان کرتے ہیں۔" (۱۵)

"شبر ڈنے... کہا ہے کہ "تاریخی قصہ گوئی ایک فن ہے جو تخیل کی رہنمائی میں تخلیق ہوتا ہے" گویا تاریخی ناول نگار اپنے تخیل، زور قلم اور قدرت بیان سے تاریخ کے ان بظاہر خشک، فرسودہ اور مردہ واقعات میں ایسی جان ڈال دیتا ہے کہ زندگی کا وہ مرقع نہ صرف اپنے متعلقہ زمانے کے دستور کے مطابق ہوتا ہے بلکہ اس نے خود وہ زمانہ چلتا پھرتا اور جیتا جاتا دکھائی دیتا ہے یعنی تاریخی ناول کا مقصد ماضی کی تدوین اور کسی دور کی کامل عکاسی ہے۔" (۱۶)

مورخ کی نسبت ادیب کے رویے میں زیادہ غیر جانبداری دیکھنے میں آتی ہے۔ اس کی ذاتی وابستگی نہ ہونے کے سبب گزرے ہوئے وقتوں کے پر آشوب اوسنہری دنوں کے احوال کی بالخصوص سماجی صورتحال کی شفاف ڈائری مرتب کی جاسکتی ہے۔ یوں بھی یہ کلیہ ہر گز تاریخ ادب پر لاگو نہیں ہوتا کہ وہ تاریخی اعتبار سے لازمی درست ہو۔ افسانے میں حقیقت کا رنگ بھرنا یا حقیقی واقعات درج کرنا اور بات ہے۔ اس کا یکسر حقیقی ہونا ضروری نہیں بقول احسن فاروقی:

"تاریخی ناول کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ اس میں ہر بات تاریخی حیثیت سے صحیح ہو۔ ناول نگار ایسے واقعات کو بھی شامل کر سکتا ہے جو مستند نہ ہو اور ان واقعات کو خاص اہمیت بھی دے سکتا ہے۔" (۱۷)

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بعض اوقات ناول نگار دانستہ بھی حقیقت کو فسخ کرتا ہے اور ذاتی پسندیدگی یا ناپسندیدگی کی بنا پر تاریخ fabrication کا مرتکب ہو جاتا ہے اس کی مثال میں سروالٹر سکاٹ کے اسلامی ہیر وز کے بارے میں لکھے گئے ناول دیکھے جاسکتے ہیں۔

اردو ناول کا دامن موضوعات اور اسالیب کے حوالے سے ہمیشہ بھرپور رہا ہے۔ ناول کے آغاز اور ابتدائی زمانے سے لے کر اب تک ایسا کوئی تاریخی واقعہ نہیں جو ہمارے ناول نگاروں کی عمیق نگاہوں میں نہیں آسکا۔ نذیر احمد سے لے کر جدید دور تک جتنے بھی تاریخی ناول نگار ہیں انھوں نے ناول کو تاریخی واقعات سے اس طرح معمور رکھا کہ اگر صرف ان ناولوں کو پڑھا جائے تو پورے برصغیر کی عمومی اور بالخصوص سماجی تاریخ آسانی سے مرتب کی جاسکتی ہے۔ اردو ناول کا کوئی بھی بڑا ناول تاریخ یا تاریخی گوشوں سے یکسر پہلو تہی نہیں کر سکا۔ ہم جس دور میں زندہ ہیں آنے والے وقتوں میں وہ دور تاریخ کا ناگزیر حصہ ہو گا سو ہر وقت ہر لمحہ تغیر پذیر ہوتی ہوئی تاریخ کی یہی تغیر پذیری ادب میں موضوعات کی بوقلمونی اور تنوع کا باعث بن کر ادب کو جمود کا شکار ہونے سے بچاتی ہے۔ وہ نظریہ ہے جس کے تحت ناول کے تانے بانے بنے جاتے ہیں وہ قرب زندگی اور حقیقت کا تسلسل ہی ہے ناول دراصل اپنے دور کا وہ جام جہاں نما ہے جس کے گنجشک تاریخ حقیقت سے جڑے ہیں لہذا محالہ و لا محالہ اس میں تاریخی واقعات مذکور بھی ہوں گے۔ حقیقت کے خام آٹے سے ناول کو گوندھ کر افسانوی آہنگ کا روغن استعمال کر کے اسے کسی قدر جاذب نظر شکل دے دی جاتی ہے۔ لہذا حقیقت کا یہ سلسلہ کسی نہ کسی طور پر تاریخی پہلوؤں کو بھی لازماً سموئے ہوئے ہو گا۔ اگر ناول میں سے تاریخی عناصر نکال دیے جائیں تو ناول کے فن کے تار و پود بکھر کر رہ جائیں گے۔ ناول چونکہ حقیقت پر مبنی ہوتا ہے لہذا حقیقت یا تاریخ سے اسے الگ کر کے دیکھا جانا ممکن ہی نہیں متخیلہ کے دائرہ کار کی شرح لکھنے والے کی صوابدید کے مطابق تبدیل ضرور ہو سکتی ہے۔ تاہم تاریخ کے کسی بھی پہلو سے یکسر کٹ کر ایک اچھا اور معیاری ناول تخلیق کرنا ناممکن سی بات ہے۔ تاریخ کو شامل رکھے بغیر ناول کا تخلیقی طور پر تاب نہ کہنا دشوار امر ہے لہذا تاریخ اور ادب کا تعلق لازم و ملزوم ہے۔ ادب اور تاریخ کا ملاپ ہی اچھا معیاری ادب تخلیق کر سکتا ہے جو اپنی عظمت کی بنا پر ابدی طور پر حنوط ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ درج بالا بحث سے یہ ثابت ہوتا ہے یہ ادب اور تاریخ کا ساتھ ادب کی تخلیق کے آغاز کیسے چلا آ رہا ہے۔ ادب اور تاریخ کے باہمی ربط کی اس بحث کے آغاز ہی میں صنف ناول کے زندگی سے قریب ہونے کی بنا پر اس میں تاریخی لوازمات کی ناگزیر شمولیت پر مختصر دلالت کی گئی تھی۔ ۱۶۰۵ میں لکھے گئے سروانٹیس (Miguel De Cervantes) کے ناول ڈان کیخوتے (Don Quixote) کو یورپی دنیا کا پہلا ناول مانا جاتا ہے۔ اس سے قبل گیارہویں صدی عیسوی میں روم میں ناول کی

طرز کے رزمیہ قصے کہانیاں لکھے جارہے تھے اس انداز کو سامنے رکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یورپ میں ناول کا آغاز ہزاروں برس قبل ہو چکا تھا۔ اس عرصے میں مختلف زبانوں میں بے شمار ناول لکھے گئے جن میں تاریخی ناولوں کی اچھی خاصی تعداد شامل تھی۔ نمائندہ ناولوں کے تاریخی پہلوؤں کا جائزہ لینے سے قبل تاریخی ناول کے شعور کو سمجھنے کے لیے اس کی تعریف پر طائرانہ نگاہ ڈالتے ہیں۔

تاریخی ناول دراصل ناول کی وہ قسم ہے جو اپنے عہد کا منظر نامہ ہو۔ واضح رہے یہ عہد مصنف کا اپنا عہد یعنی تحریر کا عہد بھی ہو سکتا ہے اور لکھنے والے کے پیش نظر قدیم دور کا کوئی مخصوص عہد بھی ہو سکتا ہے۔ ڈاکٹر رفیع الدین کے بقول ناول کی سادہ سی تعریف یہ ہے:

"تاریخی ناولوں میں تاریخ کے کسی دور کو پس منظر کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے... فنی اعتبار سے... ناول نگار کے لیے یہ اہتمام ضروری ہوتا ہے کہ تاریخی کرداروں کی شخصی عظمت، وقار اور ایچ مجروح نہ ہو۔" (۱۸)

جبکہ ڈاکٹر محمد احسن فاروقی تاریخی ناول کو ناول کی سب سے نمایاں قسم قرار دیتے ہوئے اس کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"اس قسم کے ناول کا کمال یہ ہے کہ کسی پرانے دور کا نقشہ اس حسن و خوبی سے کھینچا جائے کہ وہ دور بالکل جیتا جگتا ہمارے سامنے آجائے... تاریخی زمانے کو پھر سے زندہ کرنے کے لئے اس میں ایک خاص قسم کی قوت تخیل بھی ہونا چاہیے۔" (۱۹)

انسائیکلو پیڈیا برائینیکا کے مطابق:

"A novel that has as its setting a period of history and that attempts to convey the spirit, manners, and social conditions of a past age with realistic detail and fidelity (which is in some cases only apparent fidelity) to historical fact. The work may deal with actual historical personages. or it may contain a mixture of fictional and historical characters"(i)

اردو تاریخی ناولوں میں ۱۸۵۷ کی جنگ آزادی سے لے کر اب تک کے تمام اہم تاریخی، سیاسی اور سماجی واقعات کو موضوعِ سخن کیا جا چکا ہے۔ جس طرح ہر انسان تاریخی طور پر باشعور نہیں ہوتا اسی طرح ہر ناول نگار کی شخصی بالیدگی تاریخی موضوعات کے لئے موزوں نہیں ہوتی۔ تاہم اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اردو ناول نگار عصری حوالے سے بڑے باخبر اور باشعور ہیں اپنے گرد و پیش میں وقوع پذیر ہونے والی تبدیلیوں اور ان کے مابعد اثرات کے تمام منظر نامے پر اردو ناول نے بڑی ژرف نگاہی سے توجہ صرف کی ہے اور ان تمام واقعات کو ادب کے شانہ بشانہ ایسے لاکھڑا کیا ہے کہ اردو ناول تاریخ برصغیر اور تاریخ پاکستان مکمل طور پر مرتب کرنے کا اہل ہے۔ پچھلے قریباً ڈیڑھ سو برس کے عرصے میں رونما ہوئے ہر واقعے پر اردو ناول نگاروں نے گہری نظر رکھی اور ان کے حوالے سے ناول کو پیراستہ رکھا۔ آج اردو ناول اس سٹیج میں تبدیل ہو چکا ہے جس پر ہر تاریخی واقعے کے حصے کوئی نہ کوئی کردار ضرور آیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ ہزاروں سال قبل کی تہذیبوں، قرونِ اولیٰ کا دور، تاریخی فاتحین سمیت قدیم تاریخ کا بھی ہر گوشہ قعرِ تاریکی سے نکل کر روشن ہو چکا ہے۔ اس تمام کاوش کا سہرا بلاشبہ اردو تاریخی ناول ہی کے سر ہے۔ اردو ناول نے اب تک کی تمام تاریخ کو براہِ راست ادب میں شامل رکھا ہے اور ہر طرح کی عصری تبدیلیوں کو قبول کر کے اپنے لئے نئی راہیں کھولی ہیں۔ نذیر احمد نے اگر اپنے عصر کے مطالعے سے اردو ناول کو جنم دیا تھا تو سرشار اور شرر جیسے ناول نگار اس کی مقبولیت میں اہم حصہ بنے۔ آزاد، مذاق، محمد علی طیب، سجاد حسین، راشد الخیری، قاری محمد سرفراز حسین، مرزا محمد سعید، محمد مہدی تسکین، نیاز فتح پوری، مجنوں گور کھپوری، علی عباس حسینی اور مرزا عظیم بیگ چغتائی وغیرہ نے صنفِ ناول کے عمومی فروغ میں کلیدی کردار نبھایا تو مرزا سوانے اپنے ناول امراؤ جان کے ذریعے تاریخی ناول کو کئی جہتوں سے آشنا کیا اور اسے حقیقت نگاری سے سجایا۔

۱۹۲۰ میں جب پریم چند نے اپنی ناول نگاری کا آغاز کیا تو یہی ناول عصری بیانیہ بن چکا تھا۔ یہ ناول اپنے عہد کا ایسا نقیب بن چکا تھا کہ اپنے عہد کا کوئی واقعہ اس کی نظروں سے اوجھل نہیں رہ سکا۔ اس دور کے نام چیں ناول نگاروں میں قاضی عبدالغفار، سجاد ظہیر، انصار ناصری، اوپندر ناتھ اشک، کرشن چندر اور عزیز احمد وغیرہ کے نام اہمیت کے حامل ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد حلقہٴ ارباب ذوق کے تحت تاریخی ناول کا ایک پورا عہد وجود میں آیا۔ اس عہد میں جتنے تاریخی ناول لکھے گئے اتنے اردو ناول کی مجموعی تاریخ میں بھی نہیں لکھے گئے۔ یہ وہ دور تھا جب نسیم حجازی، ایم اسلم، رئیس احمد جعفری، قیسی رام پوری، رشید اختر ندوی، شاہین سعید، خان محبوب طرزی، ظفر قریشی، اشتیاق حسین قریشی، وحشی محمود آبادی، نادم سیتا پوری، عبداللطیف درانی، آغا رفیق اور محمد حلیم رودولوی سمیت دیگر بہت سے ناول نگار تاریخی ناول نگاری کے اس رجحان کے تحت دھڑا دھڑا ناول تخلیق کر رہے تھے۔ اس دور کو تاریخی ناول کے لئے

انتہائی سازگار دور قرار دیا جاسکتا ہے۔ قیام پاکستان کی شورش کی وجہ سے مسلمان جذباتی طور پر کمزور ہو چکے تھے ایسے میں عظمت رفتہ کی یاد تازہ کرتے ان ناولوں نے بے حد پذیرائی حاصل کی۔ قیام پاکستان کی تقریباً تین دہائیوں تک کسی قسم کے موضوعات پر مبنی تاریخی ناول لکھے جاتے رہے۔ ۱۹۸۰ کی دہائی میں جن ناول نگاروں نے اپنے نقوش ناول کی دنیا پر چھوڑے ان میں احسن فاروقی، انور سجاد، ظفر پیامی، قاضی عبدالستار، مستنصر حسین تارڑ، انتظار حسین، جمیلہ ہاشمی، بانو قدسیہ، صالحہ عابد حسین اور الطاف فاطمہ کے نام شامل ہیں۔ ان ناول نگاروں میں سے چند نے خالصتاً تاریخی ناول نگاری کی صنف کو اپنا واجب کہ باقیوں کے ہاں تو ان عصری شعور کے حامل ناول دیکھے جاسکتے ہیں جو بلاشبہ اپنے عہد کی تاریخ ہی ہیں۔ آج اگر تاریخی اردو ناول قد آور ہے تو انہیں ادب کی نظر کرم نے اسے اس مقام تک پہنچایا ہے۔ اپنے سماج اور عصر کے نمائندہ ان ناولوں نے نہ صرف تاریخی ادب کی مقبولیت اور دوام میں اضافہ کیا ہے بلکہ یہ عمومی ادب کی ترویج کا باعث بھی بنے ہیں۔ ان ناولوں کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ تاریخ کے خام مواد کو مورخ سے بھی زیادہ جانفشانی سے پرکھتے ہیں اور بعض تو باقاعدہ ناول کی حدود سے بھی بڑھ کر خود ایک ایسی تاریخ بن جاتے ہیں جو قارئین کے ذوقِ جمال کی بھی تسکین کر سکے۔ تاریخ نویسوں سے ایک قدم آگے بڑھ کر ان ناولوں نے تاریخ کی لطیف انداز میں تحفیظ کا فرض سرانجام دیا ہے۔ ان تمام واقعات کی پیشکش کہیں بھی شعوری طور پر جانبدارانہ دکھائی نہیں دیتی جس سے یہ فکری لحاظ سے اور بھی پختہ کار ہو جاتے ہیں۔ گزشتہ ایک دہائی میں فنی و فکری لحاظ سے عمدہ کہلائے جانے لائق چند ایک ہی ناول ہیں۔ نئے لکھنے والوں میں کثیر تعداد خواتین کی ہے جو عام گھریلو موضوعات پر مبنی قصے لکھ رہی ہیں جنہیں ناقدین سرے سے ناول ماننے سے انکاری ہیں۔ تاہم چند عمدہ ناول نگار ابھی ب اپنے عمدہ تاریخی اور اسلوبیاتی ناولوں کے ذریعے اردو ناول کو تازہ ہوا کا جھونکا فراہم کر رہے ہیں۔ تجربہ کار اور نوآموز ناول نگاروں کے قلم کے باہمی اشتراک اور عظیم موضوعات سے تاثر کی قبولیت کے سنگ یہ تاریخی ناول ایسی ڈگر پر چل نکلا ہے کہ اس کی منزل اوج ثریا سے پرے معلوم پڑتی ہے۔ قوی امید کی جاسکتی ہے کہ مستقبل قریب میں تاریخی ناول کا یہ معیار دو چند ہی ہو گا اور تاریخی اردو ناول کو نئی فنی و فکری عظمتوں سے ہمکنار کیا جاسکے گا۔

References:

1. Hassan Tahir, Adeeb ki zimadari, Contained in: Kitab Numa, Volume 3, Dehli: Jamia Maktaba, 1953, p. 13

2. Sadiq Naqvi, Tareekh or Adab ka bahmi rabt, Hyderabad: Bab-Ul-Ilm Society, 1996, p. 11
3. Mubarak Ali, Doctor. Tareekh or Tehqeeq, Lahore: Fiction House, 2005, p. 22
4. Saleem Akhtar, Doctor, Urdu Adab ki mukhtasar tareen Tareekh, Lahore, Sang-e-Meel Publications, 2013, p.16
5. Ahsan Muahmmad Farooqi, Noor-Ul-Hassan Hashmi, Novel kia hai?, Lakhnau: Danish Mahal, S 1951, p.22
6. Ahsan Farooqi, Doctor, Urdu Novel ki Tanqeedi Tareekh, Lakhnau: Adara Farogh Urdu, 1962, p. 71
7. Khalid Ashraf, Doctor, Baresagheer main Urdu Novel, Dehli: Kitabi Duniya, 2003, p. 299
8. Muhammad Khawar Nawazish, Adab, Zindagi or Siasat Nazri Mubahis, Faisalabad: Misal Publishers, 2012, p. 30
9. Ald Ashraf, Doctor, Baresagheer main Urdu Novel, p. 297
10. Shahid Nawaz, Pakistani Urdu Novel Main Asri Tareekh, 1947-2007, Faisalabad: Misal Publishers, 2018, p. 22
11. Sheeba Alam, Doctor, Urdu k Namainda Novel Nagaron ka Tareekhi Shaur, Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2015, p. 68
12. As above, p. 135
13. Wazir Agha, Doctor, Adab main Asriat ka Mafhoom, Contained in: Sa-Mahi, Zehan Jadeed, March-May, 1991, p. 55
14. Tahira Sarwar, Doctor, Tajziat, Lahore: Akadmiat, 2013, p. i
15. Saadat Saeed, Doctor, Adbi Tareekh ki Mazhariat, Contained in: Adbi Tareekh Nawisi, Compiled by: Dr. Sayed Amir Sohail, Naseem Abbad, Lahore: Pakistan Cooperative Society, 2010, p. 176
16. Mumtaz Manglori, Sharar k Tareekhi Novel or unka Tehqeeqi-o-Tanqidi Jaiza, Lahore: Maktab Khayaban Adab, 1978, p. 29

17. Ahsan Muahmmad Farooqi, Noor-Ul-Hassan Hashmi, Novel kia hai?, p. 109
18. Rafi-ud-din Hashmi, Asnaf Adab, Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2012, p. 122
19. Ahsan Muahmmad Farooqi, Noor-Ul-Hassan Hashmi, Novel kia hai?, p. 105
20. <http://www.britannica.com/art/historical-novel>